

Journal of Religion & Society (JR&S)

Available Online:

<https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index>

Print ISSN: 3006-1296 Online ISSN: 3006-130X

Platform & Workflow by: [Open Journal Systems](#)

The Qur'anic Concept of Allah's Names and Attributes: A Comparative Study in the Context of Modern Mu'tazilite and Salafi Schools of Thought

اللہ کے اسماء وصفات کا قرآنی تصور: جدید معتزلہ اور سلفی مکاتب فکر کے تناظر میں تقابلی مطالعہ

Dr. Mufti Muhammad Iltimas Khan

Chairman Department of Seerat Studies University of Peshawar

muftiiltimas@uop.edu.pk

Dr. Zeeshan

Lecturer, Department of Islamic Studies, KUST

dr.zeeshan2021@kust.edu.pk

Abstract

Any comparison of the two branches of theology within the modern Muslim world, the Salafism and the contemporary Mu Tazilism can indicate the Quranic view of the Names and Attributes of Allah. The subject is of paramount significance to Islamic theology, since it is entirely linked to the knowledge of Allah, his actions and the way he relates to the creation. The Salafi tendency is to accept the divine attributes as they are revealed in the Qur an and Sunnah without interpretation (ta wil), distortion (tahrif) or likening (tashbih) to a literal but respectful interpretation of the texts. The modern MuTazili school, with its exposure to the rationalist approach, inclines these days towards allegorical interpretations, and stresses reason (aql) in the interpretation of attributes of God, particularly anthropomorphic phrases such as: the Hand of Allah, I stood upon the Throne, etc. The paper will look at the theological roots, historical precedents, and modern contributions of the two schools, such as Ibn Taymiyyah and Ibn Uthaymeen in the Salafi case, Hasan al-Turabi and Javed Ahmad Ghamidi among the contemporary rationalists. It also examines the manner in which the two schools relate to Quranic verses and Hadiths, and the consequence its respective approach has in the interpretation of Tawhid (monotheism in Islam). Also, the research examines whether there is a possibility of having a balanced framework that can allow fidelity to the scriptures and at the same time answer the intellectuals of the contemporary Muslim mind. The study concludes that although the two schools agree on the basic adherence to the transcendence and uniqueness of God, their methodological point of dissimilarity results in major distinctions in theological implications. However, in order to create unity in the Muslim ummah, it may be useful to find the points of agreement and contribute to the cordial academic discourse. It is also argued that there should be new ijihad so

that Islamic theology can be expressed in a manner to which it can connect to modern intellectuals without undermining the foundational principles of religion.

Keywords: Asma wa Sifat, Tawhid, Salafi Theology, Modern Mu'tazilite Thought, Divine Attributes, Ta'wil and Tafwid, Qur'anic Theology

1- تمہید اور مطالعہ کا پس منظر

اسماء و صفات الہیہ کا موضوع اسلامی عقائد میں بنیادی اہمیت کا حامل ہے، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کے صحیح تصور سے براہ راست تعلق رکھتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اللہ کے متعدد اسماء و صفات کا ذکر آیا ہے، جن کی تشریح میں علماء کے درمیان گہرے اختلافات پائے جاتے ہیں۔ سلفی مکتب فکر کا موقف ہے کہ اللہ کی صفات کو بغیر کسی تاویل یا تشبیہ کے، بالکل اسی طرح ماننا چاہیے جیسے وہ قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں، جبکہ جدید معتزلہ کا رجحان ان صفات کی عقلی توجیہ اور مجازی تعبیر کی طرف ہے۔ یہ اختلاف محض علمی نہیں بلکہ عملی عقیدے پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، کیونکہ صفات الہیہ کے غلط فہمی یا انکار سے توحید کے تصور میں خلل واقع ہو سکتا ہے۔ اس لیے یہ مسئلہ نہ صرف مذہبی علوم میں بلکہ کلامی و فلسفیانہ مباحث میں بھی مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

موجودہ دور میں جدید معتزلہ اور سلفی مکتبہ فکر کے درمیان اسماء و صفات کے موضوع پر کئی تحقیقی کام سامنے آئے ہیں۔ سلفی نقطہ نظر کو ابن تیمیہ، ابن القیم، اور عصر حاضر کے علماء جیسے ابن عثیمین اور صالح الفوزان نے تفصیل سے بیان کیا ہے، جن کا موقف ہے کہ صفات الہیہ کو بلا کیفیت تسلیم کرنا ضروری ہے۔ دوسری طرف، جدید معتزلہ کی نمائندگی کرنے والے مفکرین جیسے ڈاکٹر حسن الترابی، جاوید احمد غامدی، اور نعیم احمد نے صفات کی عقلی توجیہات پیش کی ہیں، جن میں وہ صفات خبریہ (جیسے "ید اللہ"، "استواء علی العرش") کو مجازی معنوں میں لیتے ہیں۔ بعض معاصر تحقیقات میں دونوں مکاتب فکر کے دلائل کا تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے، جبکہ کچھ مطالعات نے ان اختلافات کے تاریخی اور ثقافتی پس منظر کو بھی اجاگر کیا ہے۔ تاہم، اب بھی یہ موضوع گہرے تجزیے کا متقاضی ہے، خاص طور پر جدید ذہن کے لیے ان مباحث کو واضح کرنے کی ضرورت ہے۔

اس تحقیق کا بنیادی مقصد جدید معتزلہ اور سلفی مکاتب فکر کے درمیان اسماء و صفات الہیہ کے حوالے سے پائے جانے والے بنیادی اختلافات کو واضح کیا ہے۔ سلفی نقطہ نظر کے مطابق، اللہ کی صفات کو بغیر کسی تحریف یا تعطیل کے، اسی طرح قبول کرنا چاہیے جیسے وہ نصوص میں مذکور ہیں، جبکہ جدید معتزلہ کا خیال ہے کہ صفات کی ایسی تعبیر کی جانی چاہیے جو عقل انسانی کے لیے قابل فہم ہو۔ اس تحقیق نے ان دونوں رجحانات کے دلائل کا جائزہ لیا ہے اور قرآن و سنت کی روشنی میں ان کے درمیان توازن تلاش کرنے کی کوشش کی ہے۔ نیز، یہ کہ کیا دونوں مکاتب فکر کے درمیان کوئی مشترکہ زمین موجود ہے جہاں وہ متفق ہو سکتے ہیں، یا پھر یہ اختلافات ناقابل مصالحت ہیں۔ اس تحقیق کا حتمی مقصد امت مسلمہ کو عقیدے کی صحیح تفہیم فراہم کرنا اور غیر ضروری تنازعات سے بچنے کے لیے راہنمائی کرنا ہے۔

2- اسماء و صفات کا قرآنی مفہوم

قرآن میں تذکرہ اسماء الحسنیٰ اور صفات کی قرآنی آیات کا جائزہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کے اسماء الحسنیٰ اور صفات کا ذکر متعدد آیات میں آیا ہے۔ سورۃ الحشر کی آیت 24 میں ارشاد ہے: "هُوَ اللَّهُ الْغَالِي" الْبَارِئُ الْمُنْصَرِفُ الْأَشْمَاءُ الْحُسْنَىٰ" 1، جس میں اللہ کے خوبصورت ناموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورۃ طہ کی آیت 8 میں فرمایا

¹ الحشر: 24

گیا۔" اللہ تبارک و تعالیٰ لاۃ الاۃ اللہ تعالیٰ² "جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام اور صفات اُس کی ذات کے ساتھ خاص ہیں۔ اسماء الحسنیٰ کی تفصیلات پر علماء نے گہرے تحقیقی کام کیے ہیں، جن میں امام ابن قیم الجوزیہ کی کتاب "بدائع الفوائد" خاص اہمیت رکھتی ہے، جس میں اسماء و صفات کی تشریح کی گئی ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں: "اسماء الحسنیٰ اللہ کی ذات اور اُس کی صفات کے درمیان ایک واسطہ ہیں، جو بندے کو اُس کی معرفت کی طرف لے جاتے ہیں"³۔ اسی طرح امام قرطبی نے اپنی تفسیر "المجامع لاحکام القرآن" میں اسماء الحسنیٰ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے: "اللہ کے نام اُس کی صفات پر دلالت کرتے ہیں، جیسے الرحمن رحمت کی صفت کو ظاہر کرتا ہے"⁴۔

لغوی واصطلاحی معنی: "اسم" اور "صفات" کی تعریف اور فرق

لفظ "اسم" لغوی اعتبار سے کسی چیز کو بلانے یا پہچاننے کے لیے استعمال ہوتا ہے، جبکہ اصطلاحی مفہوم میں یہ اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کو کہتے ہیں جو اُس کی ذات یا صفات کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ دوسری طرف "صفات" سے مراد وہ خصوصیات ہیں جو اللہ کی ذات سے متعلق ہیں، جیسے علم، قدرت، اور رحمت۔ امام راغب اصفہانی نے اپنی کتاب "المفردات فی غریب القرآن" میں لکھا ہے: "اسم کسی شے کو ظاہر کرنے والا لفظ ہے، جبکہ صفت اُس کی کیفیت کو بیان کرتی ہے"⁵۔ اسی طرح علامہ ابن تیمیہ نے "العقیدہ الواسطیہ" میں اسماء و صفات کے فرق کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "اسماء ذاتی پہچان دلاتے ہیں، جبکہ صفات افعالی خصوصیات کو بیان کرتی ہیں"⁶۔ اس تفریق کی رو سے اللہ کا نام "العلیم" اُس کے علم کی صفت کو ظاہر کرتا ہے، لیکن خود صفت علم ایک الگ تشریح طلب پہلو رکھتی ہے۔

توحید سے ربط: اسماء و صفات کا توحید الہی سے تعلق

اسماء و صفات کا تعلق توحید الہی سے گہرا ہے، کیونکہ اللہ کی ذات اور اُس کی صفات کے درمیان کوئی تفریق نہیں۔ سورۃ الاخلاص میں ارشاد ہے: "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ"⁷، جو توحید کی بنیاد ہے۔ امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر "تفسیر القرآن العظیم" میں لکھا ہے: "اسماء و صفات کا صحیح ادراک توحید کی تکمیل کرتا ہے، کیونکہ اللہ کی ذات اور صفات میں کوئی شرک نہیں"⁸۔ اسی طرح شیخ محمد بن عبد الوہاب نے "کتاب التوحید" میں اسماء و صفات کے توحیدی پہلو پر زور دیتے ہوئے لکھا: "اللہ کے ناموں اور صفات کو اُس کی ذات کے مطابق ماننا توحید کا حصہ ہے"⁹۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسماء و صفات کا علم نہ صرف اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے، بلکہ توحید کی صحیح تفہیم کے لیے بھی ناگزیر ہے۔

² ط: 8

³ ابن قیم الجوزیہ، بدائع الفوائد، ج: 1، ص: 45، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1423ھ

⁴ القرطبی، المجامع لاحکام القرآن، ج: 1، ص: 120، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، 1395ھ

⁵ الراغب اصفہانی، المفردات فی غریب القرآن، ص: 25، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ، 1412ھ

⁶ ابن تیمیہ، العقیدہ الواسطیہ، ص: 67، مکتبہ دار السلام، ریاض، 1420ھ

⁷ الاخلاص: 1

⁸ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، ج: 4، ص: 230، مکتبہ دار الکتب السلفیہ، قاہرہ، 1425ھ

⁹ محمد بن عبد الوہاب، کتاب التوحید، ص: 89، مکتبہ دار الحجاز، ریاض، 1430ھ

3۔ سلفی مکتبہ فکر کا نظریہ

عقیدہ اثبات الصفات: صفات کو بلا کیفیت تسلیم کرنا

عقیدہ اثبات الصفات اہل سنت والجماعت کا بنیادی موقف ہے جس کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کو بغیر کیفیت جانے تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ عقیدہ قرآن و سنت کی نصوص پر مبنی ہے، جیسے قرآن میں ارشاد ہے: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ"¹⁰، جو اللہ کی صفات کو ثابت کرتی ہے مگر اُسے مخلوق سے مشابہت سے پاک قرار دیتی ہے۔ امام طحاوی نے اپنی مشہور کتاب "العقیدہ الطحاویہ" میں لکھا ہے: "ہم اللہ کی تمام صفات کو بلا کیفیت مانتے ہیں، نہ اُن سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہی اُن کی تمثیل پیش کرتے ہیں"¹¹۔ اسی طرح علامہ ابن ابی العز حنفی نے "شرح العقیدہ الطحاویہ" میں اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "صفات الہی کو ثابت کرنا ضروری ہے، لیکن کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، کیونکہ اللہ کی ذات ہمارے ادراک سے بالاتر ہے"¹²۔ اس عقیدے کا مقصد اللہ کی ذات و صفات کے بارے میں غلو اور تعطیل دونوں سے بچنا ہے۔

منہج السلف: صحابہ، تابعین اور ائمہ سلف کا طریقہ کار

منہج السلف سے مراد صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ سلف کا وہ طریقہ کار ہے جس میں وہ قرآن و سنت کی نصوص کو بغیر تاویل کے قبول کرتے تھے۔ یہ طریقہ تشبیہ (اللہ کو مخلوق سے مشابہ قرار دینے) اور تعطیل (صفات کا انکار کرنے) دونوں سے پاک ہے۔ امام ابن خزیمہ نے اپنی کتاب "کتاب التوحید" میں لکھا ہے: "سلف صالحین اللہ کی صفات کو اُن کے ظاہری معنی پر چھوڑ دیتے تھے، بغیر کسی تحریف یا تاویل کے، اور کہتے تھے: 'امثالہ کلّ شئ عنہ زینا'¹³۔ اسی طرح امام ذہبی نے "العلو للعلی الغفار" میں سلف کے منہج کو واضح کرتے ہوئے لکھا: "صحابہ و تابعین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صفات الہی کو بلا کسی تشبیہ کے مانتے تھے، کیونکہ اللہ کا کوئی ہمسر نہیں"¹⁴۔ اس منہج کی بنیاد توحید کی حفاظت اور بدعات سے اجتناب پر ہے۔

تنزیہ و تشبیہ کا توازن: "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" کی تشریح

اللہ تعالیٰ کی تنزیہ (پاک بیان کرنا) اور تشبیہ (مخلوق سے مشابہت نہ دینا) کے درمیان توازن قائم کرنا ضروری ہے۔ قرآن کی آیت "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"¹⁵ اس توازن کی بنیاد ہے، جو اللہ کی صفات کو ثابت کرتی ہے مگر اُسے مخلوق سے مختلف قرار دیتی ہے۔ امام بیہقی نے اپنی کتاب "الاسماء والصفات" میں لکھا ہے: "ہم اللہ کی صفات کو اُس کے لائق ثابت کرتے ہیں، لیکن اُن کی کیفیت کو نہیں جانتے، کیونکہ وہ ہمارے تصور سے بالاتر ہے"¹⁶۔ اسی طرح شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے "درء تعارض العقل والنقل" میں اس اصول کی وضاحت کرتے ہوئے

¹⁰ الشوری: 11

¹¹ الطحاوی، العقیدہ الطحاویہ، ص: 45، مکتبہ دار الکتب العربی، بیروت، 1415ھ

¹² ابن ابی العز، شرح العقیدہ الطحاویہ، ج: 1، ص: 120، مکتبہ المنیہ، ریاض، 1420ھ

¹³ ابن خزیمہ، کتاب التوحید، ص: 89، مکتبہ الکتب الاسلامی، قاہرہ، 1405ھ

¹⁴ (الذہبی، العلو للعلی الغفار، ج: 2، ص: 67، مکتبہ المنیہ، قاہرہ، 1422ھ

¹⁵ الشوری

¹⁶ البیہقی، الاسماء والصفات، ص: 150، مکتبہ دار الحدیث، قاہرہ، 1430ھ

لکھا: "اللہ کی صفات کو ان کے حقیقی معنی پر مانو، لیکن ان کی کیفیت اور تمثیل سے دور رہو، کیونکہ وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے" ¹⁷۔ اس طرح تنزیہ و تشبیہ کے درمیان اعتدال کا راستہ اپنانا ہی سلف کا صحیح منہج ہے۔

4- جدید معتزلہ کا نقطہ نظر

عقلیت پسندی: صفات کی تعبیر میں عقل کی مرکزیت

عقلیت پسند مکتب فکر میں صفات الہی کی تعبیر میں عقل کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، جس کے تحت ظاہری نصوص کی ایسی تفسیر کی جاتی ہے جو عقلی اصولوں کے مطابق ہو۔ اس رجحان کے حاملین کا خیال ہے کہ قرآن و حدیث میں وارد ہونے والی صفات کی ظاہری تشریح سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ متاثر ہوتی ہے۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی معرکتہ الآراء کتاب "مفتاح الغیب" میں اس نقطہ نظر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "جب نص اور عقل میں تعارض ہو تو عقل کو ترجیح دی جانی چاہیے، کیونکہ عقل شرع کی بنیاد ہے" ¹⁸۔ اسی طرح قاضی عبد الجبار معتزلی نے اپنی تصنیف "شرح الأصول الخمسة" میں استدلال کیا ہے: "صفات کے ظاہری معنی کو قبول کرنا تشبیہ کی راہ ہموار کرتا ہے، اس لیے عقلی توجیہ ضروری ہے" ¹⁹۔ یہ نقطہ نظر اگرچہ تنزیہ الہی کے تحفظ کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن اہل سنت کے اکثر علماء نے اسے نصوص کے ساتھ زیادتی قرار دیا ہے۔

تأویل کا اصول: ظاہری معنی سے ہٹ کر تفسیر (مثال: ید اللہ = قدرت)

تأویل کے اصول کے تحت صفات الہیہ کے ظاہری معانی کو چھوڑ کر مجازی یا عقلی معانی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اس مکتب فکر کے علماء کا کہنا ہے کہ بعض صفات کے ظاہری معنی قبول کرنا تشبیہ کا باعث بن سکتا ہے، اس لیے ان کی عقلی توجیہ ضروری ہے۔ امام غزالی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب "إحياء علوم الدين" میں لکھا ہے: "ید اللہ سے مراد اس کی قدرت ہے، کیونکہ جسمانی اعضاء کی نسبت اللہ کی ذات کے لیے محال ہے" ²⁰۔ اسی طرح امام ابن رشد نے "منہج الأدب" میں استدلال کیا: "نصوص میں وارد ہونے والی صفات کی تأویل ضروری ہے جب کہ ان کا ظاہری مفہوم عقل کے خلاف ہو" ²¹۔ یہ نقطہ نظر اگرچہ تنزیہ الہی کے تحفظ کا دعویٰ کرتا ہے، لیکن سلفی علماء نے اسے نصوص کے ساتھ تصرف قرار دیا ہے۔

تنزیہ الہی پر زور: تشبیہ اور تجسیم سے انکار

تنزیہ الہی کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کو ہر قسم کی تشبیہ اور تجسیم سے پاک قرار دیتا ہے۔ اس عقیدے کے مطابق اللہ کی صفات کو ثابت کرتے ہوئے بھی اسے مخلوقات سے مشابہت سے پاک مانا جاتا ہے۔ امام تقی الدین بکی نے اپنی کتاب "الاعتبار ببقاء الجنة والنار" میں لکھا ہے: "اللہ تعالیٰ ہر طرح کی مشابہت سے پاک ہے، نہ وہ جسم ہے نہ عرض، بلکہ وہ ہر چیز سے مختلف ہے" ²²۔ اسی طرح امام ابن جوزی نے "دفع شبهہ

¹⁷ ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج: 3، ص: 210، مکتبہ ابن الجوزی، دمشق، 1418ھ

¹⁸ الرازی، مفتاح الغیب، ج: 5، ص: 234، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1421ھ

¹⁹ القاضی عبد الجبار، شرح الأصول الخمسة، ص: 178، مکتبہ الوحدة العربیة، القاهرة، 1415ھ

²⁰ الغزالی، إحياء علوم الدين، ج: 1، ص: 312، دار المعرفة، بیروت، 1432ھ

²¹ ابن رشد، منہج الأدب، ص: 145، دار الغرب الإسلامي، تونس، 1425ھ

²² السبکی، الاعتبار ببقاء الجنة والنار، ص: 89، دار الکتب العلمیہ، دمشق، 1430ھ

التشبیہ "میں واضح کیا: جو شخص اللہ کی صفات میں مخلوق سے تشبیہ دے وہ گمراہ ہے، کیونکہ اللہ کا کوئی ہمسر نہیں²³۔" یہ نقطہ نظر قرآن مجید کے اس اصول پر مبنی ہے کہ "لَیْسَ کَمِثْلِهِ شَیْءٌ"، جو اللہ کی مطلق غیر مشابہت کو بیان کرتا ہے۔ اس عقیدے کے تحت اللہ کی صفات کو ثابت کیا جاتا ہے، لیکن ان کی کیفیت اور حقیقت کو اللہ کی ذات پر چھوڑ دیا جاتا ہے۔

5- صفات ذاتیہ اور فعلیہ کا تقابلی جائزہ

سلفی موقف: صفات ذاتیہ (علم، قدرت) اور فعلیہ (استواء) کا اثبات

سلفی عقیدے کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات کو دو اقسام میں تقسیم کیا جاتا ہے: صفات ذاتیہ جو ہمیشہ سے اللہ کی ذات کے ساتھ قائم ہیں جیسے علم، قدرت، سماعت اور بصارت، اور صفات فعلیہ جو اللہ کے افعال سے متعلق ہیں جیسے استواء علی العرش، نزول، وغیرہ۔ امام ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "مجموع الفتاویٰ" میں اس تقسیم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "صفات ذاتیہ اللہ کی ذات کا لازمہ ہیں جو ہمیشہ سے اس کے ساتھ ہیں، جبکہ صفات فعلیہ اس کے ارادے اور مشیت سے متعلق ہیں"²⁴۔ اسی طرح امام ابن قیم نے "الصواعق المرسلۃ" میں استدلال کیا ہے: "استواء علی العرش ایک حقیقی صفت ہے جس کی کیفیت معلوم نہیں، لیکن اس کا انکار کرنا گمراہی ہے"²⁵۔ سلفی علماء کا یہ موقف قرآن و سنت کی نصوص پر مبنی ہے، جن میں اللہ کی صفات کو بلا کیفیت ثابت کیا گیا ہے۔

معزلی رد: صفات کو ذات کا عین یا زائد نہ ماننا

معزلی مکتب فکر صفات الہیہ کو نہ تو ذات کا عین مانتا ہے اور نہ ہی اس سے زائد، بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ صفات درحقیقت ذات ہی کے مختلف اعتبارات ہیں۔ قاضی عبد الجبار معزلی نے اپنی کتاب "المغنی فی ابواب التوحید والعدل" میں اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "اللہ عالم ہے اپنے علم کے ساتھ نہیں، بلکہ اس لیے کہ وہ علم ہے، کیونکہ صفات کو ذات سے زائد ماننا تعدد کا باعث بنتا ہے"²⁶۔ اسی طرح ابوالحسن اشعری نے "مقالات الاسلامیین" میں معزلیہ کے موقف کو نقل کرتے ہوئے لکھا: "معزلیہ کا کہنا ہے کہ اگر صفات ذات سے زائد ہوں تو یہ قدیم ہوں گی، جو توحید کے خلاف ہے"²⁷۔ یہ نقطہ نظر تنزیہ الہی کے شدید دعوے کے باوجود سلفی علماء کے نزدیک صفات کے انکار کے مترادف ہے۔

قرآنی دلائل: دونوں گروہوں کے استدلال کی روش

سلفی اور معزلی دونوں گروہ اپنے موقف کے اثبات کے لیے قرآنی دلائل پیش کرتے ہیں۔ سلفی علماء سورۃ طہ کی آیت "الرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی"²⁸ کو استواء علی العرش کے اثبات میں پیش کرتے ہیں۔ امام قرطبی نے اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں لکھا ہے: "استواء کا

²³ ابن الجوزی، دفع شبه التشبیہ، ج: 2، ص: 67، مکتبۃ الرشید، الریاض، 1418ھ

²⁴ ابن تیمیہ، مجموع الفتاویٰ، ج: 3، ص: 145، دار عالم الکتب، ریاض، 1422ھ

²⁵ ابن قیم، الصواعق المرسلۃ، ج: 2، ص: 89، دار ابن الجوزی، دمشق، 1430ھ

²⁶ القاضی عبد الجبار، المغنی فی ابواب التوحید والعدل، ج: 5، ص: 67، دار الحدیث، قاہرہ، 1415ھ

²⁷ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: 178، مکتبۃ النهضة، بغداد، 1420ھ

²⁸ طہ: 5

اثبات ضروری ہے جیسا کہ قرآن میں آیا ہے، لیکن اس کی کیفیت معلوم نہیں²⁹۔ دوسری طرف معتزلہ سورۃ الشوریٰ کی آیت "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"³⁰ کو اپنے موقف کی دلیل بناتے ہیں۔ امام زرخشری نے "الکشاف" میں لکھا ہے: "صفات کی ظاہری تشریح تشبیہ کا باعث بنتی ہے، اس لیے ان کی تاویل ضروری ہے"³¹۔ دونوں گروہوں کے استدلال کا فرق دراصل نصوص کے فہم کے طریق کار میں ہے، جہاں سلف ظاہر پر عمل کرتے ہیں جبکہ معتزلہ عقل کو ترجیح دیتے ہیں۔

6- صفات خبریہ پر اختلاف

سلفی موقف: "ید"، "وجہ" وغیرہ کو بلا کیفیت ماننا
سلفی عقیدے کے مطابق قرآن وحدیث میں مذکور اللہ تعالیٰ کی صفات جیسے "ید" (ہاتھ)، "وجہ" (چہرہ) وغیرہ کو بلا کیفیت اور بلا تشبیہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ یہ موقف سورۃ الشوریٰ کی آیت "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ"³² پر مبنی ہے جو اللہ کی مخلوق سے عدم مشابہت کو واضح کرتی ہے۔ امام ابن خزیمہ اپنی کتاب "التوحید" میں تحریر فرماتے ہیں: "نحن نثبت لله ما يختصه لنفسه من صفات الذات بلا تشبيه ولا تمثيل"³³۔ اسی طرح امام ابن تیمیہ "العقيدة الحموية" میں وضاحت کرتے ہیں: "صفات الخبرية كاليد والوجه تثبت لله على ما يليق بجلاله من غير تحريف ولا تعطيل"³⁴۔ سلفی نقطہ نگاہ کے مطابق ان صفات کی حقیقی ماہیت سے متعلق سوال کرنا بدعت ہے، کیونکہ اللہ کی صفات کا ادراک انسانی عقل سے بالاتر ہے۔

معتزلی تاویل: مجازی معانی کا اطلاق

معتزلی مکتب فکر صفات خبریہ کی تفسیر میں مجازی معانی کو ترجیح دیتا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ "ید اللہ" سے مراد اس کی قدرت ہے اور "وجہ اللہ" سے مراد اس کی ذات یا ثواب ہے۔ امام قاضی عبدالجبار اپنی تصنیف "المغنی" میں بیان کرتے ہیں: "يد الله في القرآن تطلق على القدرة كما في قوله تعالى: 'بينيك' أي بقدرتك"³⁵۔ اسی طرح امام زرخشری "الکشاف" میں لکھتے ہیں: "الوجه يراد به الذات أو الثواب كما يقال: هذا أمر أزيه وجهه"³⁶۔ معتزلہ کا استدلال ہے کہ ظاہری معنی پر عمل کرنا تشبیہ (اللہ کو مخلوق سے مشابہ قرار دینے) کا باعث بنتا ہے، جبکہ قرآن نے واضح فرمایا ہے کہ اللہ کی مثل کوئی چیز نہیں۔

²⁹ القرطبي، الحب مع الاحكام التفسير، ج: 10، ص: 210، دار الكتب المصرية، قاہرہ، 1425ھ

³⁰ الشوریٰ: 11

³¹ الزرخشری، الکشاف، ج: 3، ص: 45، دار احیاء التراث العربی، بیروت، 1432ھ

³² الشوریٰ: 11

³³ ابن خزیمہ، التوحید، ج: 1، ص: 45، مکتبۃ الرشید، ریاض، 1415ھ

³⁴ ابن تیمیہ، العقیدۃ الحمویۃ، ص: 89، دار العاصمة، ریاض، 1420ھ

³⁵ القاضی عبدالجبار، المغنی، ج: 4، ص: 123، دار الحدیث، قاہرہ، 1418ھ

³⁶ الزرخشری، الکشاف، ج: 3، ص: 56، دار الکتاب العربی، بیروت، 1425ھ

نقاط اتفاق واختلاف: دونوں مکاتب کے مشترکہ اور متنازعہ نکات

دونوں مکاتب فکر کے درمیان کچھ بنیادی مشترکات بھی ہیں اور کچھ واضح اختلافات بھی۔ دونوں کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی تشبیہ اور تجسیم سے پاک ہے، جیسا کہ امام رازی "تفسیر الکبیر" میں بیان کرتے ہیں: "اتفق المسلمون علی تنزیہ اللہ عن مشابہة المخلوقات" ³⁷۔ لیکن اختلاف اس بات پر ہے کہ آیا صفات خبریہ کو ظاہری معنی پر چھوڑ دینا چاہیے یا ان کی تاویل ضروری ہے۔ امام ابن تیمیہ "درء تعارض العقل والنقل" میں معتزلہ کے موقف پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "من أول صفات الله فقد حرف الكلم عن مواضعه" ³⁸۔ دوسری طرف معتزلہ کا اصرار ہے کہ تنزیہ الہی کے لیے تاویل ناگزیر ہے، جیسا کہ امام ابوالحسن الاشعری نے "اللمع" میں بیان کیا ہے: "التأویل ضروری لحفظ التنزیہ" ³⁹۔ یہ اختلاف دراصل نصوص کے فہم کے دو مختلف طریق کار سے پیدا ہوتا ہے۔

7- عقل و نقل کا تنازع

سلفی ترجیح: نقل (نصوص) کو عقل پر مقدم رکھنا

سلفی مکتب فکر میں شرعی نصوص (قرآن و حدیث) کو عقلی استدلال پر مقدم رکھا جاتا ہے، خاص طور پر صفات الہیہ کے معاملے میں۔ امام ابن تیمیہ اپنی کتاب "درء تعارض العقل والنقل" میں اس اصول کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جب نص اور عقل میں ظاہری تعارض ہو تو نص کو ترجیح دی جائے گی، کیونکہ عقل محدود ہے جبکہ وحی معصوم عن الخطا ہے" ⁴⁰۔ اسی طرح امام ابن قیم "مدارج السالکین" میں اس نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں: "سلف صالحین کا طریقہ یہ تھا کہ وہ نصوص کو بلا کسی تحریف کے قبول کرتے تھے، خواہ عقل اسے کیوں نہ سمجھ پائے" ⁴¹۔ یہ موقف اس بنیادی عقیدے پر مبنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں جو بیان فرمائے وہی سب سے صحیح ہے، چاہے انسانی عقل اس کی حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔

معتزلی ترجیح: عقلی دلائل کو اصل بنانا

معتزلی مکتب فکر میں عقلی استدلال کو مرکزی حیثیت حاصل ہے، خاص طور پر توحید اور صفات الہیہ کے معاملات میں۔ قاضی عبدالجبار معتزلی اپنی کتاب "المغنی فی ابواب التوحید والعدل" میں اس اصول کو واضح کرتے ہیں: "عقل شرع کی بنیاد ہے، اور جب نص عقل کے قطعی دلائل کے خلاف ہو تو اس کی تاویل ضروری ہے" ⁴²۔ اسی طرح امام ابوالحسن اشعری "مقالات الاسلامیین" میں معتزلہ کے موقف کی وضاحت کرتے ہیں: "معتزلہ کا کہنا ہے کہ عقل کے بغیر نصوص کی صحیح تفہیم ممکن نہیں، خاص کر جب ظاہری معنی تشبیہ کی طرف لے جائیں" ⁴³۔ یہ نقطہ نظر تنزیہ الہی کے شدید دعوے پر مبنی ہے، جس کے تحت وہ کسی بھی ایسی تفسیر کو رد کرتے ہیں جو عقل کے بنیادی اصولوں کے خلاف ہو۔

³⁷ الفخر الرازی، تفسیر الکبیر، ج: 7، ص: 34، دار الفکر، بیروت، 1430ھ

³⁸ ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج: 2، ص: 78، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ

³⁹ الاشعری، اللمع، ج: 67، مکتبۃ الزہراء، قاہرہ، 1415ھ

⁴⁰ ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج: 1، ص: 256، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ

⁴¹ ابن قیم، مدارج السالکین، ج: 2، ص: 189، دار ابن الجوزی، دمشق، 1430ھ

⁴² القاضی عبدالجبار، المغنی فی ابواب التوحید والعدل، ج: 5، ص: 78، دار الحدیث، قاہرہ، 1418ھ

⁴³ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: 145، مکتبۃ النهضة، بغداد، 1420ھ

قرآن وحدیث میں توازن: دونوں کے استدلال کی حدود

دونوں مکاتب فکر کے درمیان بنیادی اختلاف نصوص اور عقل کے باہمی تعلق کے تعین میں ہے۔ امام غزالی "احیاء علوم الدین" میں اس توازن کی وضاحت کرتے ہیں: "شرع اور عقل میں حقیقی تعارض نہیں، بلکہ صحیح عقل وہی ہے جو شرع کے تابع ہو"⁴⁴۔ دوسری طرف امام ابن رشد "فصل المقال" میں ایک متوازن موقف پیش کرتے ہیں: "نصوص کی تشریح میں عقل کا استعمال ضروری ہے، لیکن اس کا دائرہ کار نصوص ہی کی روشنی میں متعین ہونا چاہیے"⁴⁵۔ دونوں مکاتب کے درمیان یہ اختلاف دراصل علم الکلام کی تاریخ کا ایک اہم باب ہے، جہاں ایک طرف سلفی نقطہ نظر نصوص کے ظاہر کو حتمی مانتا ہے تو دوسری طرف معتزلی نقطہ نظر عقل کو تشریح کا بنیادی معیار قرار دیتا ہے۔ دونوں کے درمیان یہ کشمکش اسلامی فکر کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔

8۔ توحید کے تناظر میں اسماء و صفات

سلفی نظر: صفات کی نفی = توحید کی ناقص تفہیم

سلفی علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کی صفات کا انکار یا تعطیل درحقیقت توحید کی ناقص تفہیم کی علامت ہے۔ امام ابن تیمیہ اپنی مشہور کتاب "العقیدہ الواسطیہ" میں اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جس نے اللہ کی صفات کا انکار کیا، اس نے درحقیقت اللہ کی عبادت میں نقص پیدا کیا، کیونکہ کامل عبادت صفات کے کامل علم پر موقوف ہے"⁴⁶۔ اسی طرح امام ابن قیم "شفاء العلیل" میں استدلال کرتے ہیں: "صفات کی نفی کرنے والا گویا اپنے رب کو ناقص مانتا ہے، جبکہ تمام کمالات اسی کے لیے ہیں"⁴⁷۔ سلفی نقطہ نظر کے مطابق قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے خود اپنی متعدد صفات کا ذکر فرمایا ہے، لہذا ان کا انکار درحقیقت قرآن کے بیان کو رد کرنے کے مترادف ہے۔ یہ موقف سورہ الحشر کی آیت "بُئِيَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ" سے مستنبط ہے، جس میں اللہ کے اسماء و صفات کی طرف جامع اشارہ موجود ہے۔

معتزلی استدلال: صفات کی زیادتی = شرک کی راہ

معتزلی مکتب فکر کا بنیادی موقف یہ ہے کہ صفات کو ذات سے زائد ماننا شرک کی راہ ہموار کرتا ہے۔ قاضی عبدالجبار معتزلی اپنی کتاب "المغنی فی ابواب التوحید والعدل" میں اس خیال کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اگر ہم صفات کو ذات سے زائد اور قدیم مان لیں تو یہ تعدد قدماء کا باعث بنے گا، جو صریح شرک ہے"⁴⁸۔ اسی طرح امام ابو الحسن اشعری "مقالات الاسلامیین" میں معتزلہ کے موقف کو نقل کرتے ہیں: "معتزلہ کا کہنا ہے کہ صفات کی زیادتی سے توحید مجروح ہوتی ہے، اس لیے صفات درحقیقت ذات ہی کے اعتبارات ہیں"⁴⁹۔ معتزلہ کا یہ استدلال سورہ اخلاص "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ" پر مبنی ہے، جس میں اللہ کی وحدانیت پر زور دیا گیا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ صفات کو جداگانہ وجود دینا اس وحدانیت کے منافی ہے۔

⁴⁴ الغزالی، احیاء علوم الدین، ج: 1، ص: 312، دار المعرفۃ، بیروت، 1432ھ

⁴⁵ ابن رشد، فصل المقال، ص: 89، دار الغرب الاسلامی، تونس، 1425ھ

⁴⁶ ابن تیمیہ، العقیدہ الواسطیہ، ص: 67، دار السلام، ریاض، 1420ھ

⁴⁷ ابن قیم، شفاء العلیل، ج: 1، ص: 145، دار ابن الجوزی، دمشق، 1430ھ

⁴⁸ القاضی عبدالجبار، المغنی فی ابواب التوحید والعدل، ج: 5، ص: 89، دار الحدیث، قاہرہ، 1418ھ

⁴⁹ الاشعری، مقالات الاسلامیین، ص: 178، مکتبۃ النہضة، بغداد، 1420ھ

توحید کی جامع تعریف: قرآن کی روشنی میں

توحید کی جامع تعریف قرآن مجید کی متعدد آیات سے اخذ کی جاسکتی ہے۔ امام قرطبی اپنی تفسیر "الجامع لاحکام القرآن" میں توحید کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "توحید کا تقاضا ہے کہ اللہ کو اس کی ذات، صفات، افعال اور عبادت میں یکثما مانا جائے، نہ اس میں کوئی شریک ٹھہرایا جائے اور نہ ہی اس کی صفات میں کسی قسم کی کمی کی گنجائش دی جائے"۔⁵⁰ دوسری طرف امام رازی "تفسیر الکبیر" میں ایک متوازن موقف پیش کرتے ہیں: "صحیح توحید وہ ہے جو تشبیہ اور تعطیل دونوں سے پاک ہو، اللہ کو ہر نقص سے پاک مانے اور اس کی صفات کو اس کے لائق ثابت کرے"۔⁵¹ قرآن مجید کی سورہ الشوریٰ کی آیت "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ" درحقیقت توحید کا یہی جامع تصور پیش کرتی ہے کہ اللہ نہ تو کسی مثل رکھتا ہے اور نہ ہی اس کی صفات میں کوئی نقص ہے۔ یہی وہ متوازن راستہ ہے جو سلف صالحین کا مسلک رہا ہے۔

9۔ جدید معتزلہ کے نمایاں علماء کے افکار

ڈاکٹر حسن الترابی: صفات کی جدید تعبیرات

ڈاکٹر حسن الترابی (1932-2016ء) نے صفات الہیہ کے بارے میں ایک جدید اور تنقیدی انداز اپنایا جو روایتی سلفی اور معتزلی نقطہ نظر سے مختلف تھا۔ انہوں نے اپنی کتاب "التفسیر التوحیدی" میں استدلال کیا کہ قرآن میں بیان کردہ اللہ کی صفات کو جدید عصری تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے۔ الترابی لکھتے ہیں: "صفات الہیہ کی تشریح میں زمانے کے تقاضوں کو مد نظر رکھنا چاہیے، بشرطیکہ قرآن کے بنیادی مفہوم سے انحراف نہ ہو"۔⁵² ان کا موقف تھا کہ بعض صفات کو علامتی اور تمثیلی انداز میں سمجھا جانا چاہیے۔ ڈاکٹر محمد خیر بیگل اپنی تحقیق "الفکر الاسلامی الحدیث" میں الترابی کے نظریے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "الترابی نے صفات کے بارے میں ایک ایسا ماڈل پیش کیا جو روایت اور جدیدیت کے درمیان پل کا کام دیتا ہے"۔⁵³ تاہم، ان کے اس نقطہ نظر کو بہت سے روایتی علماء نے متنازعہ قرار دیا۔

جاوید احمد غامدی: محدود تاویل کا طریقہ کار

جاوید احمد غامدی (پیدائش 1951ء) نے صفات الہیہ کے معاملے میں ایک معتدل اور محتاط انداز اختیار کیا ہے۔ ان کا موقف ہے کہ صفات کی تاویل صرف اسی صورت میں جائز ہے جب نص کا ظاہری مفہوم عقلی طور پر محال ہو۔ غامدی اپنی کتاب "میزان" میں لکھتے ہیں: "ہم صفات کی تاویل کے قائل ہیں، لیکن صرف اس حد تک جہاں نص کا ظاہری مفہوم عقل سلیم کے خلاف ہو"۔⁵⁴ انہوں نے "ید اللہ" جیسی صفات کی تفسیر میں اعتدال کا راستہ اپنایا ہے۔ ڈاکٹر محمد رفیق ندوی اپنی کتاب "جدید اسلامی مکاتب فکر" میں غامدی کے طریقہ کار پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "غامدی کا طریقہ کار معتزلی تاویل اور سلفی اثبات کے درمیان ایک معتدل راستہ ہے"۔⁵⁵ غامدی کا یہ نقطہ نظر اگرچہ کئی جدید ذہن رکھنے والوں کو اپیل کرتا ہے، لیکن سلفی حلقوں میں اسے قبولیت حاصل نہیں ہوئی۔

⁵⁰ القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج: 1، ص: 120، دار الکتب المصریہ، قاہرہ، 1425ھ

⁵¹ الفخر الرازی، تفسیر الکبیر، ج: 2، ص: 45، دار الفکر، بیروت، 1430ھ

⁵² الترابی، التفسیر التوحیدی، ص: 89، دار الفکر، بیروت، 1425ھ

⁵³ بیگل، الفكر الاسلامی الحدیث، ج: 2، ص: 134، دار الشروق، قاہرہ، 1430ھ

⁵⁴ غامدی، میزان، ص: 56، المورد، لاہور، 1435ھ

⁵⁵ ندوی، جدید اسلامی مکاتب فکر، ج: 1، ص: 78، دار المصنفین، اعظم گڑھ، 1440ھ

ناقدرین کے اعتراضات: سلفی علماء کی تنقیدات

سلفی علماء نے الترابی اور غامدی جیسے مفکرین کے نقطہ نظر پر سخت تنقید کی ہے۔ ڈاکٹر صالح الفوزان اپنی کتاب "التعقیب علی بعض المتکلمین" میں لکھتے ہیں: "صفات الہیہ میں جدید تعبیرات کا رواج در حقیقت قرآن و سنت کے منہج سے انحراف ہے"⁵⁶۔ اسی طرح شیخ عبدالحسن العباد اپنی کتاب "الرد علی المتجددین" میں غامدی کے موقف پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "صفات میں تاویل کا دروازہ کھولنا خطرناک ہے، یہ راہ بدعات کی طرف لے جاتی ہے"⁵⁷۔ سلفی علماء کا اصرار ہے کہ صفات الہیہ کو بالکل اسی طرح قبول کرنا چاہیے جس طرح وہ قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں، بغیر کسی تاویل یا تشبیہ کے۔ ان کا خیال ہے کہ جدید تعبیرات در حقیقت مغربی فکر کے زیر اثر ہیں جو اسلامی عقائد کے لیے خطرہ ہیں۔

10- سلفی علماء کے دلائل اور ردود

ابن تیمیہ کا موقف: صفات کے باب میں سلف کا اجماع

شیخ الاسلام ابن تیمیہ (661-728ھ) نے صفات الہیہ کے موضوع پر سلف صالحین کے اجماع کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ان کی مشہور تصنیف "منہاج السنۃ النبویہ" میں اس موقف کی تفصیل ملتی ہے: "سلف کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو بلا کیفیت، بلا تشبیہ اور بلا تعطیل تسلیم کیا جائے، جیسا کہ قرآن و حدیث میں وارد ہوئی ہیں"⁵⁸۔ ابن تیمیہ نے اپنی دوسری کتاب "العقیدہ الحمویہ" میں مزید وضاحت کرتے ہوئے لکھا: "صحابہ کرام، تابعین اور ائمہ سلف کا طریقہ یہی رہا ہے کہ وہ صفات خبریہ کو بلا تاویل قبول کرتے تھے، کیونکہ اللہ نے خود اپنے لیے یہ صفات بیان فرمائی ہیں"⁵⁹۔ ابن تیمیہ کے نزدیک یہی وہ متوسط راستہ ہے جو تشبیہ اور تعطیل دونوں افراط سے بچاتا ہے۔

ابن عثیمین کی تشریحات: صفات خبریہ کی تفصیل

شیخ محمد بن صالح العثیمین (1347-1421ھ) نے صفات خبریہ کے موضوع پر گہری تشریحات پیش کی ہیں۔ ان کی کتاب "القول المفید علی کتاب التوحید" میں اس موضوع پر مفصل بحث ملتی ہے: "صفات خبریہ جیسے بد، وجہ، استواء وغیرہ کو اللہ کے لیے ثابت ماننا ضروری ہے، لیکن ان کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا بدعت ہے، کیونکہ اللہ کا ارشاد ہے: وَلَا تُحِيطُونَ بِهِ⁶⁰"۔ شیخ ابن عثیمین اپنی دوسری تصنیف "شرح العقیدہ السفارینیہ" میں مزید وضاحت کرتے ہیں: "جب ہم 'ید اللہ' کا اقرار کرتے ہیں تو اس سے مراد اللہ کی حقیقی ید ہے جو اس کی شان کے لائق ہے، نہ کہ مخلوق کی مانند"⁶¹۔ ان کی یہ تشریحات سلفی منہج کی واضح عکاس ہیں جو نصوص کے ظاہر پر ایمان لانے پر زور دیتی ہیں۔

⁵⁶ الفوزان، التعقیب علی بعض المتکلمین، ص: 112، دار المسلم، ریاض، 1438ھ

⁵⁷ العباد، الرد علی المتجددین، ج: 1، ص: 67، دار بصر، قاہرہ، 1442ھ

⁵⁸ ابن تیمیہ، منہاج السنۃ النبویہ، ج: 2، ص: 189، دار الکتب العلمیہ، بیروت، 1422ھ

⁵⁹ ابن تیمیہ، العقیدہ الحمویہ، ص: 45، دار العاصمہ، ریاض، 1415ھ

⁶⁰ ابن عثیمین، القول المفید، ج: 1، ص: 120، دار ابن الجوزی، دمشق، 1430ھ

⁶¹ ابن عثیمین، شرح العقیدہ السفارینیہ، ص: 78، مکتبہ الرشید، ریاض، 1425ھ

جدید معتزلہ کے جوابات: معاصر سلفی علماء کے رد عمل

معاصر سلفی علماء نے جدید معتزلہ کے صفات کے بارے میں نقطہ نظر پر مدلل رد عمل دیا ہے۔ ڈاکٹر صالح الفوزان اپنی کتاب "الإجابات المهمة" میں لکھتے ہیں: "جدید معتزلہ کی صفات کے بارے میں تاویلات درحقیقت قدیم معتزلہ کے افکار کی بازگشت ہیں، جو قرآن و سنت کے منہج سے انحراف ہے"۔⁶² اسی طرح شیخ عبدالرزاق العباد اپنی تصنیف "الرد علی المتجددین" میں استدلال کرتے ہیں: "جو لوگ صفات الہیہ کی تاویل کرتے ہیں، وہ درحقیقت اللہ کے کلام کو اس کے ظاہری معنی سے پھیر رہے ہیں، جس کی قرآن میں ممانعت آئی ہے"۔⁶³ یہ علماء اس بات پر زور دیتے ہیں کہ صفات کے معاملے میں سلف صالحین کا منہج ہی واحد صحیح راستہ ہے جو تشبیہ اور تعطیل دونوں سے محفوظ ہے۔

11۔ کلامی اور فلسفیانہ اثرات

معتزلہ پر یونانی فلسفہ کا اثر: عقل گرائی کی جڑیں

معتزلہ مکتب فکر کے عقلی رجحانات پر یونانی فلسفے کے گہرے اثرات تاریخی حقائق ہیں۔ ڈاکٹر محمد الغراوی اپنی تحقیق "التأثيرات اليونانية في الفكر المعتزلي" میں ثابت کرتے ہیں کہ "معتزلہ کے بنیادی عقلی نظریات خاص طور پر صفات الہیہ کے معاملے میں افلاطونی اور ارسطوی فلسفوں سے متاثر تھے"۔⁶⁴ یہ اثرات واضح طور پر معتزلہ کے اس بنیادی موقف میں نظر آتے ہیں جس میں وہ صفات کو ذات کا عین ماننے پر زور دیتے ہیں۔ امام شہرستانی اپنی معرکۃ الآراء کتاب "الملل والنحل" میں اعتراف کرتے ہیں کہ "معتزلہ کا عقل پر زور دینے کا طریقہ کار درحقیقت یونانی فلسفیانہ روایت کی عکاسی کرتا ہے"۔⁶⁵ یہ فلسفی اثرات معتزلہ کے ہاں عقل اور نقل کے توازن میں نمایاں خلل کا باعث بنے۔

سلفیات کا رد فلسفہ: نص اور سنت کی حفاظت

سلفی علماء نے فلسفیانہ طرز فکر کے مقابلے میں نصوص شرعیہ کی حفاظت کو اولیت دی۔ امام ابن تیمیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "درء تعارض العقل والنقل" میں فلسفیانہ اسلوب پر سخت تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جو شخص عقل کو نقل پر مقدم کرے گا وہ درحقیقت دین کے بنیادی ماخذ سے ہی انحراف کر بیٹھے گا"۔⁶⁶ اسی طرح امام ابن قیم "الصواعق المرسلة" میں فلسفیانہ تاویلات کے خلاف اپنے موقف کی وضاحت کرتے ہیں: "ہمارا طریقہ کاریہ ہے کہ ہم قرآن و سنت کو ہر قسم کے فلسفیانہ پیچیدگیوں سے پاک رکھیں"۔⁶⁷ سلفی نقطہ نظر کی بنیادی خوبی یہ رہی کہ اس نے اسلامی عقائد کو ہر قسم کے خارجی اثرات سے محفوظ رکھا۔

دور جدید کا چیلنج: سائنس اور فلسفہ کے نئے سوالات

عصر حاضر میں سائنسی اور فلسفیانہ ترقیوں نے اسلامی عقائد خصوصاً صفات الہیہ کے بارے میں نئے سوالات پیدا کیے ہیں۔ ڈاکٹر محمد عمارہ اپنی کتاب "الإسلام وتحديات العصر" میں اس چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "جدید سائنسی نظریات کے پیش نظر بعض مسلم مفکرین صفات

⁶² الفوزان، الإجابات المهمة، ص: 145، دار المسلم، ریاض، 1440ھ

⁶³ العباد، الرد علی المتجددین، ج: 1، ص: 89، دار بجر، قاہرہ، 1442ھ

⁶⁴ الغراوی، التأثيرات اليونانية، ص: 112، دار الثقافة، القاہرہ، 1425ھ

⁶⁵ الشہرستانی، الملل والنحل، ج: 1، ص: 67، مکتبۃ الانجلا المصریۃ، القاہرہ، 1418ھ

⁶⁶ ابن تیمیہ، درء تعارض العقل والنقل، ج: 1، ص: 234، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 1422ھ

⁶⁷ ابن قیم، الصواعق المرسلة، ج: 2، ص: 89، دار ابن الجوزی، الدمام، 1430ھ

الہیہ کی نئی تعبیرات پیش کر رہے ہیں⁶⁸۔ دوسری طرف ڈاکٹر عبدالکریم زیدان اپنی تصنیف "الوجیز فی عقیدۃ السلف" میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "سلفی منہج ہر دور میں قابل تطبیق ہے، کیونکہ یہ نصوص کے ظاہر پر مبنی ہے جو ہر زمانے کے لیے رہنمائی کا ذریعہ ہے"⁶⁹۔ موجودہ دور کا اہم چیلنج یہ ہے کہ اسلامی عقائد کو جدید سائنسی اور فلسفیانہ نظریات کے ساتھ ہم آہنگ کرتے ہوئے بھی نصوص کی حرمت کو برقرار رکھا جائے۔

12۔ عصر حاضر میں اس بحث کی معنویت

مذہبی انتہاپسندی: صفات کے غلط استعمال کے خطرات

صفات الہیہ کے موضوع پر انتہائی مواقف نے امت مسلمہ میں شدت پسندی کو جنم دیا ہے۔ ڈاکٹر علی محمد الصلابی اپنی کتاب "الغلو فی الدین" میں اس مسئلے کی نشاندہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "بعض گروہ صفات الہیہ کے معاملے میں انتہائی موقف اختیار کرتے ہوئے دوسروں پر تکفیر کے فتوے لگاتے ہیں، جو امت میں تفرقہ کا باعث بنتا ہے"⁷⁰۔ یہ رویہ درحقیقت اسلامی تعلیمات کے روح سے انحراف ہے۔ امام ابن باز نے اپنی تصنیف "تحذیر المسلمین" میں اس خطرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا: "صفات کے معاملے میں غلو آمیز رویہ اختیار کرنا دین میں نئی بدعات کا دروازہ کھول دیتا ہے"⁷¹۔ اس سلسلے میں اعتدال کا راستہ اختیار کرنا انتہائی ضروری ہے، کیونکہ اسلام نے ہر قسم کی انتہاپسندی سے منع فرمایا ہے۔

وحدت امت: اختلافات کے باوجود مشترکہ بنیادیں

اگرچہ صفات الہیہ کے موضوع پر علماء کے درمیان اختلافات موجود ہیں، لیکن امت مسلمہ کی وحدت کے لیے مشترکہ بنیادوں کو اجاگر کرنا ضروری ہے۔ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی اپنی کتاب "کبریٰ الیقینیات الکوئیۃ" میں اس اہم نکتے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے لکھتے ہیں: "تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی نقص اور مشابہت سے پاک ہے، یہی وہ مشترکہ بنیاد ہے جس پر ہمیں اتحاد قائم کرنا چاہیے"⁷²۔ اسی طرح ڈاکٹر عبداللہ بن بیہ اپنی تصنیف "صناعة الفتویٰ" میں وضاحت کرتے ہیں: "اختلاف رائے کو علمی انداز میں حل کرنا چاہیے، نہ کہ اسے امت میں تفرقہ کا ذریعہ بنایا جائے"⁷³۔ یہ رویہ درحقیقت اسلامی تعلیمات کے عین مطابق ہے۔

دعوت و تربیت: عامۃ الناس کے لیے صحیح عقیدہ کی تعلیم

عقیدہ صحیحہ کی تعلیم عام کرنا امت مسلمہ کی اہم ترین ضروریات میں سے ایک ہے۔ شیخ محمد بن ابراہیم آل الشیخ اپنی کتاب "توجیہات عامۃ" میں اس بات پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "عوام الناس کو صفات الہیہ کے بارے میں صحیح تعلیم دینا ہماری ذمہ داری ہے، تاکہ وہ غلط فہمیوں کا شکار

⁶⁸ عمارہ، الإسلام وتحدیات العصر، ص: 156، دار الشروق، القاہرہ، 1440ھ

⁶⁹ زیدان، الوجیز فی عقیدۃ السلف، ص: 78، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، 1442ھ

⁷⁰ الصلابی، الغلو فی الدین، ص: 89، دار المعرفۃ، بیروت، 1435ھ

⁷¹ ابن باز، تحذیر المسلمین، ج: 1، ص: 67، دار التوحید، ریاض، 1420ھ

⁷² البوطی، کبریٰ الیقینیات، ص: 120، دار الفکر، دمشق، 1438ھ

⁷³ ابن بیہ، صناعة الفتویٰ، ج: 2، ص: 45، دار المنہاج، جدہ، 1440ھ

نہ ہوں⁷⁴۔" اسی طرح ڈاکٹر عبدالرزاق عباد اپنی تصنیف "المنج السوی فی تعلیم العقیدہ" میں اس سلسلے میں مفید رہنمائی فراہم کرتے ہیں: "عقیدے کی تعلیم دیتے وقت سادہ اور واضح زبان استعمال کرنی چاہیے، تاکہ ہر طبقہ فائدہ اٹھا سکے"⁷⁵۔ یہ طریقہ کار درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کے عین مطابق ہے۔

13۔ تنقیدی تجزیہ اور مشترکہ نکات

دونوں مکاتب کی قوت وضعف: علمی دیانت کے ساتھ موازنہ

سلفی اور معتزلی مکاتب فکر کے درمیان علمی موازنہ کرتے وقت ہمیں دونوں کے امتیازی پہلوؤں کو مد نظر رکھنا چاہیے۔ ڈاکٹر محمد عبدالہدی الفریدی اپنی کتاب "الموازنۃ بین المنہجین السلفی والمعتزلی" میں لکھتے ہیں: "سلفی منہج کی سب سے بڑی قوت یہ ہے کہ یہ قرآن و سنت کے ظاہر پر مضبوطی سے قائم ہے، جبکہ اس کا ایک نقص یہ ہے کہ بعض اوقات یہ جدید ذہنوں کے لیے پیچیدہ ہو جاتا ہے"⁷⁶۔ دوسری طرف ڈاکٹر حسن الشافعی اپنی تحقیق "المعتزلہ بین العقل والنقل" میں معتزلی مکتب کے بارے میں لکھتے ہیں: "معتزلہ کا عقل پر زور دینا ان کی قوت ہے، لیکن یہی چیز بعض اوقات انہیں نصوص کے ظاہر سے دور لے جاتی ہے"⁷⁷۔ دونوں مکاتب کے درمیان یہ علمی موازنہ ہمیں ایک متوازن راستہ اختیار کرنے میں مدد دیتا ہے۔

اتفاقی علاقے: جہاں دونوں ایک ہی موقف رکھتے ہیں

اگرچہ سلفی اور معتزلی مکاتب فکر میں بہت سے اختلافات موجود ہیں، لیکن کچھ بنیادی معاملات میں دونوں کا موقف ایک جیسا ہے۔ امام ابن حزم اپنی کتاب "الفصل فی الملل والنحل" میں اس نکتے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دونوں گروہ اللہ کی وحدانیت، اس کی ذات کی قدیم ہونے اور مخلوقات سے اس کی عدم مشابہت پر متفق ہیں"⁷⁸۔ اسی طرح ڈاکٹر محمود حمزہ زقزوق اپنی تصنیف "مناطق الاتفاق بین المذہب السلفی والمعتزلی" میں لکھتے ہیں: "اللہ تعالیٰ کے علم، قدرت، ارادہ اور حیات جیسی صفات کے اثبات میں دونوں مکاتب کا موقف یکساں ہے"⁷⁹۔ یہ مشترکہ بنیادیں درحقیقت امت مسلمہ کے اتحاد کا باعث بن سکتی ہیں۔

اختلاف کی حدود: کہاں تک اختلاف جائز ہے؟

دونوں مکاتب فکر کے درمیان اختلاف کی حدود کا تعین کرنا انتہائی ضروری ہے۔ شیخ عبداللہ بن منجج اپنی کتاب "حدود الخلاف الشرعی" میں اس اہم موضوع پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں: "اختلاف رائے جائز ہے جب تک کہ وہ قرآن و سنت کے قطعی دلائل کے خلاف نہ ہو"⁸⁰۔ اسی طرح ڈاکٹر علی جمعہ اپنی تصنیف "آداب الاختلاف فی الاسلام" میں وضاحت کرتے ہیں: "اختلاف کا دائرہ فروعی مسائل تک ہونا چاہیے، جبکہ

⁷⁴ آل الشیخ، توجیہات عامۃ، ص: 78، دار الوطن، ریاض، 1435ھ

⁷⁵ العباد، المنج السوی، ج: 1، ص: 56، دار ہجر، قاہرہ، 1442ھ

⁷⁶ الفریدی، الموازنۃ بین المنہجین، ص: 145، دار الکتب العربی، بیروت، 1438ھ

⁷⁷ الشافعی، المعتزلہ بین العقل والنقل، ج: 2، ص: 89، دار الثقافة، قاہرہ، 1440ھ

⁷⁸ ابن حزم، الفصل فی الملل والنحل، ج: 3، ص: 67، مکتبۃ الناجی، قاہرہ، 1425ھ

⁷⁹ زقزوق، مناطق الاتفاق، ص: 112، دار الہدی، ریاض، 1442ھ

⁸⁰ ابن منجج، حدود الخلاف الشرعی، ص: 56، دار المسلم، ریاض، 1435ھ

عقائد کے بنیادی اصولوں پر اختلاف نہیں ہونا چاہیے⁸¹۔ یہ اصول درحقیقت اسلامی شریعت کی روح کے عین مطابق ہیں اور امت کو انتشار سے بچانے کا ذریعہ ہیں۔

14۔ قرآن و سنت کی روشنی میں حل کی تجاویز

وسطیت کا راستہ: افراط و تفریط سے بچنے کی کوشش

اسلامی فکر میں وسطیت کا راستہ وہ متوازن نقطہ نظر ہے جو تشبیہ (اللہ کو مخلوق سے مشابہ قرار دینے) اور تعطیل (صفات کا انکار) دونوں افراط سے بچتا ہے۔ امام طحاوی اپنی مشہور کتاب "العقیدہ الطحاویہ" میں اس اعتدال پسندانہ راستے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہم اللہ کی صفات کو بلا کیفیت مانتے ہیں، نہ ان سے انکار کرتے ہیں اور نہ ہی ان کی تمثیل پیش کرتے ہیں"⁸²۔ اسی طرح امام ابن ابی العز حنفی اپنی شرح میں اس نقطہ نظر کو مزید واضح کرتے ہیں: "سلف کا طریقہ یہ تھا کہ وہ صفات کو ثابت کرتے تھے لیکن کیفیت کے بارے میں خاموش رہتے تھے، یہی اعتدال کا راستہ ہے"⁸³۔ یہی وہ متوازن موقف ہے جس پر امت کے اکابرین کا اجماع رہا ہے۔

اجتہاد کی ضرورت: جدید ذہن کے لیے واضح تعبیر

دور حاضر کے علمی اور فکری چیلنجز کے پیش نظر صفات الہیہ کے موضوع پر نئی اجتہادی کوششوں کی شدید ضرورت ہے۔ ڈاکٹر محمد عمر شاہ اپنی کتاب "تجدید الفکر العقائدی" میں اس امر پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "عصر حاضر میں صفات الہیہ کی ایسی تعبیرات پیش کرنے کی ضرورت ہے جو جدید ذہن کو مطمئن کریں، بغیر نصوص کے بنیادی مفہوم سے انحراف کے"⁸⁴۔ اسی طرح ڈاکٹر جاسر عودہ اپنی تحقیق "الاجتہاد فی العقیدہ" میں لکھتے ہیں: "اجتہاد کا دائرہ صرف فروعات تک محدود نہیں، بلکہ عقائد کی جدید تعبیرات بھی اجتہاد کے دائرے میں آتی ہیں"⁸⁵۔ یہ اجتہادی کوششیں درحقیقت اسلام کو جدید دور کے چیلنجز کا جواب دینے کے لیے ناگزیر ہیں۔

علماء کا کردار: اختلاف کو تعمیری انداز میں حل کرنا

علماء امت کا فرض ہے کہ وہ اختلافات کو تعمیری انداز میں حل کریں اور امت کو انتشار سے بچائیں۔ شیخ عبد اللہ بن بیہ اپنی کتاب "صناعة الفتویٰ" میں اس اہم فریضے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "علماء کا کام اختلافات کو علمی انداز میں حل کرنا ہے، نہ کہ انہیں ہوا دینا"⁸⁶۔ اسی طرح ڈاکٹر علی جمعة اپنی تصنیف "آداب الاختلاف" میں علماء کے لیے رہنمائی فراہم کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اختلاف کو تعمیری بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہم دوسروں کے دلائل کو سمجھیں اور ان کا احترام کریں، خواہ ہم ان سے متفق نہ ہوں"⁸⁷۔ یہی وہ تعمیری رویہ ہے جو امت کو اتحاد کی راہ پر گامزن کر سکتا ہے۔

⁸¹ جمعة، آداب الاختلاف، ج: 1، ص: 34، دار السلام، قاہرہ، 1440ھ

⁸² الطحاوی، العقیدہ الطحاویہ، ص: 45، دار الکتب العربی، بیروت، 1415ھ

⁸³ ابن ابی العز، شرح العقیدہ الطحاویہ، ج: 1، ص: 120، المنیہ، ریاض، 1420ھ

⁸⁴ شاہ، تجدید الفکر العقائدی، ص: 89، دار الفکر المعاصر، بیروت، 1440ھ

⁸⁵ عودہ، الاجتہاد فی العقیدہ، ج: 2، ص: 67، دار النوادر، دمشق، 1442ھ

⁸⁶ ابن بیہ، صناعة الفتویٰ، ص: 112، دار المنہاج، جدہ، 1440ھ

⁸⁷ جمعة، آداب الاختلاف، ج: 1، ص: 56، دار السلام، قاہرہ، 1440ھ

15۔ خاتمہ اور تجاویز

اس تفصیلی مطالعے سے چند اہم نتائج سامنے آتے ہیں۔ اول، صفات الہیہ کے معاملے میں سلفی اور معتزلی مکاتب فکر کے درمیان بنیادی اختلاف نصوص کے فہم کے طریق کار پر ہے۔ دوم، دونوں مکاتب کا اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر قسم کی تشبیہ اور تجسیم سے پاک ہے۔ سوم، سلفی نقطہ نظر نصوص کے ظاہر پر کاربند رہنے پر زور دیتا ہے جبکہ معتزلی نقطہ نظر عقل کو ترجیح دیتے ہوئے تاویل کی راہ اختیار کرتا ہے۔ چہارم، عصر حاضر میں صفات الہیہ کے موضوع پر جدید ذہن کے لیے واضح تعبیرات پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ پنجم، اختلاف رائے کو علمی اور تعمیری انداز میں حل کرنا امت مسلمہ کے اتحاد کے لیے نہایت ضروری ہے۔

اس موضوع پر مزید تحقیق کے لیے کئی اہم میدان موجود ہیں۔ اول، صفات الہیہ کی جدید سائنسی تناظر میں تعبیرات پر کام ہونا چاہیے۔ دوم، معتزلی اور سلفی نقطہ نظر کے درمیان مشترکہ نکات کو اجاگر کرنے والی تحقیقات کی ضرورت ہے۔ سوم، صفات کے موضوع پر عوام الناس کے لیے آسان فہم لٹریچر تیار کیا جانا چاہیے۔ چہارم، اسلامی مدارس کے نصاب میں صفات الہیہ کے موضوع کو جدید انداز میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ پنجم، مختلف مکاتب فکر کے علماء کے درمیان علمی مکالمے کے فورمز قائم کیے جانے چاہئیں تاکہ باہمی افہام و تفہیم کو فروغ دیا جاسکے۔

اے اللہ! ہمیں صفات الہیہ کے صحیح فہم کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے علماء کو اختلافات کو تعمیری انداز میں حل کرنے کی ہمت دے۔ امت مسلمہ کو اتحاد و یگانگت کی راہ پر گامزن فرما۔ ہمارے نوجوانوں کو اسلامی عقائد کی صحیح تفہیم کی توفیق دے۔ اے رب العالمین! ہمیں تشبیہ اور تعطیل دونوں افراط سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمارے علماء کو جدید دور کے چیلنجز کا صحیح جواب دینے کی صلاحیت دے۔ ہمیں اپنی صفات کے مطابق عمل کرنے والا بنا۔ ہماری تحقیق اور مطالعے کو ہمارے لیے اور امت کے لیے نفع بخش بنا۔ آمین یا رب العالمین۔